Gohar e tehqeeq گوہر تحقیق
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور

Year 2022; Vol 01 (Issue 02)
PP. 17-22 https://journals.gscwu.edu.pk/

محمد راشد سعیدی
لیکچرار اُردو ، اسلامیہ یونیورسٹی ، بہاول پور

Mohammad Rashid Saeedi
Lecturer Urdu, Islamia University, Bahawalpur

Constitution of Ghalib’s Mind and Metaphysics of Silence

Abstract:

In present day, few critics strive to judge Ghalib's personality with contemporary ideology Nationalism and modern patriotism and denominated him traitor or mouthpiece of the colonialists. As the matter of fac, these critics of Ghalib neglect the socio-political circumstances of that era. In order for proper understanding, the vision and philosophy of an individual, it is essential to explore the factors that directly influence cognitive structure of the person. The English colonialists preferred to enslave masses mentally than physically. In order to articulate any belief on Ghalib's creation, it is obligatory to perceive all the illness and crudities of Colonial era. This research paper will trace all the signs of colonial system that affected Ghalib’s thoughts.

Key-Words: Ghalib, Metaphysics, Silence, Budhism, Misconception.

غالب فلسفیانہ ذہن کے مالک تھے ۔ان کا مزاج جذبے سے بڑھ کر فکر کی جانب راجع نظر آتا ہے ۔وہ تحلیلی نظر رکھتے ہیں ۔ ان کا دماغ اپنے زمانے کے تہذیبی اثرات سے باخبر ہے ،فلسفے اور تصوف کے مسائل کو جانتا ہے ،مذہبی اور اخلاقی قدروں سے آشنا ہے ،مگر اُن میں سے کسی کا پوری طرح پابند نہیں ہے ۔ان کا حکیمانہ

استدلال اور جدلیاتی رویہ منتشر اور پراگندہ تصویروں میں کوئی ربط ڈھونڈنا چاہتا ہے ۔وہ فکر و حقیقت کے جویا ہیں نظر آتی ہے۔وہ ہمیں اپنی زندگی میں لحظہ لحظہ بدلتی حقیقتوں کا (Universality) ان کے افکار میں ایک آفاقیت عکس دکھاتے ہیں جو فکر انگریزی پر مجبور کر دیتا ہے۔[۱]غالب ایک بڑے تخلیق کار تھے اور ہر بڑے تخلیق کار کا سفر معلوم سے نا معلوم کی طرف ہوتا ہے۔ غالب چونکہ شاعر تھے اور شاعر کے اظہار کا وسیلہ زبان ہے ،جس کا سفر تخلیق کار کے سفر سے الٹ یعنی معلوم سے معلوم تک کا سفر ہوتا ہے ۔زبان کی یہ خصوصیت غالب کے لیے بڑا مسئلہ تھا جس کا حل انہوں نے اپنے طور پر نکالا ۔

جد ید لسانی تھیوری کے مطابق زبان افتراقات کامجموعہ ہے ،یہ ثنویت سے آزاد نہیں ۔ایک شے کا تصور اُس شے کے متضاد کے بغیر ممکن نہیں ۔دن کا تصور رات کی وجہ سے قائم ہوتا ہے ،اندھیرے کا اجالے سے اور زندگی کا موت سے ۔یعنی معنی کا تصور افتراقیت سے ابھرتا ہے ۔زبان اپنے اس دائروی عمل کی غلام ہے ۔غالب کو یہ زبان کسی صورت قبول نہ تھی کیوں کہ یہ ان کے نا معلوم کے مسافر خیالات کا بوجھ نہیں سہار سکتی تھی ۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے غالب کی ذہنی تشکیل بالخصوص ان کی شعری زبان کے حوالے سے اپنی کتاب *غالب ؛ معنی آفرینی ،جدلیاتی وضع،شونیتا اور شعریات* میں سیر حاصل بحث کی ہے اور غالب کی فکری جڑیں ہند اسلامی تہذیب کی جڑوں سے جا ملائی ہیں ۔ اس ضمن میں وہ غالب کو بدھ مت کے تصورات بالخصوص شونیتہ اور خاموشی سے متاثر ثابت کرتے ہیں ۔ جب کہ راقم کے نزدیک غالب کی ذہنی تشکیل میں ان قدیم فلسفوں سے زیادہ غالب کی ذاتی ذہنی افتاد کا ہاتھ ہے جو انہیں جدیدت اور مابعد جدیدیت کے افکار کے پہلو میں اور کبھی آگے جا ٹھہراتی ہے ۔ ذیل میں نارنگ صاحب کے موقف کا محاکمہ کرتے ہیں غالب کی ذہنی تشکیل بالخصوص شعری زبان کی بنیادوں کو پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ غالب کی زبان کے حواکے گوپی چندنارنگ رقم طراز ہیں :

"غالب نے اِس رازکو پا لیا تھا کہ عام زبا ن خواجہ سگ پرست کے پلے کی طرح ہے جو اپنی دُم کو پکڑنے کی کوشش میں کاولے کاٹتا رہتا ہے جب کہ زندگی ایسی پہیلی ہے جو عام زبان سے نہیں بوجھی جا سکتی ہے،یہ ایسا بھید ہے جسے عام زبان جو سیاہ و سفید یا دو او ر دو چار میں بٹی ہوئی ہے انہیں کھو سکتی ۔ منطق یا علم جدلیات بھی اِس تناظر میں لغو محض ہے کہ وہ فقط دوسرے فریق کو غلط ثابت کر سکتا ہے ،نئے اورنادر کی تشکیل سے عاجز ہے۔"[۲]

چونکہ غالب کے پیشِ نظر معنی آفرینی ،نئے اور نادر کی کھوج تھا اِس لیے انہوں نے عامیانہ زبان کو ترک کر کے تخلیقی زبان کو اختیا رکیا ۔شاعرانہ زبان اور تخلیقی زبان میں فرق ہے۔شاعرانہ زبان عامیانہ زبان سے ارفع ہوتی ہے ۔ شاعرانہ زبان علم بدیع و بیان کے ہتھیاروں سے لیس ہوتی ہے ۔ایسے خیالات جو عام زبان میں ادا نہیں ہو سکتے شاعرانہ زبان انہیں تشبیہہ ،استعارے اور علامت کے پردے میں ادا کرنے کی کوشش کرتی ہے ۔غالب کی ذہنی وضع کے متوازی چلنے کے لیے شاعرانہ زبان بھی ناکام تھی لہٰذا غالب نے تخلیقی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا ۔تخلیقی زبان میں فقط لفظ ہی خیال کے حامل نہیں ہوتے بلکہ خاموشی بھی کلام کرتی ہے ۔متکلم خاموشی زبان کو دھار دے کر اُسے عامیانہ پن سے نجات دیتی ہے ۔دو لفظوں کے بیچ خالی جگہ ہوتی ہے ،یہی خاموشی ہے ۔خاموشی کے بغیر لفظ کا وجود نہیں ۔دو سطور کے بیچ ہی 'بین السطور 'نہیں ہوتا بلکہ لفظوں اور ان کے حاضر و غائب اور التوا میں موجود معانی کے بیچ بھی ' بین السطور ' ہوتا ہے جو حقیقت میں خاموشی ہی ہے۔عام زبان ابلاغ کرتی ہے اور قرأت کے بعد زائل ہو جاتی ہے ،لیکن خاموشی کی حامل تخلیقی زبان قرأ ت در قرأ ت زندہ رہتی ہے اور معنی آفرینی کرتی رہتی ہے۔معنی آفرینی کا سار ا عمل خاموشی کی وجہ سے ممکن ہے ۔ زبان میں معنیِ حاضر اور معنیِ غائب خاموشی ہی کی وجہ سے ہیں ۔لفظ محدو د ہے اور خاموشی بے حدیہ خاموشی ہے جو لفظ کو اس کی حدود سے آزاد کرتی ہے اور معلوم میں نامعلوم کا در کھولتی ہے ۔غالب کے مزاج میں جہاں جدلیاتی وضع ،تشکیک اور استفہام کا دخل ہے وہیں اس کے فکری اظہار یے اور شعری لسانی ہئیت میں خاموشی کا اثر گہرا او ر اہم ہے ۔

بسانِ سبزہ رگِ خواب ہے زبا ن ایجاد

کر ے ہے خامشی احوالِ بے خوداں پیدا [۳]

دنیا کے تمام مذاہب زبان کے ذریعے پھیلے ہیں اور ان مذاہب کے افکار مختلف زبانوں میں تحریری صورت میں موجود ہیں تاہم دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں خاموشی کو اہمیت حاصل ہے ۔اکثر مذہب میں یہ صحیح طور پر مذہبی تجربے سے گزرنے کا راستہ ہے اور بعض میں خاموشی کو منتہائے فکر بھی سمجھا جاتا ہے ۔اسلام میں مراقبہ کا تصور ، ہندومت میں مَون بَرت ،جین مت میں دھیان اور بدھ مت میں شونیتا کا تصور اس بات کی دلیل ہیں کہ خاموشی نہایت اہم چیز ہے ۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے مطابق دانش ہند میں خاموشی کو سب سے بڑھ کر درجہ حاصل ہے ۔یہ ہر مقامی فلسفے کی روح ہے اور غالب بھی اِس سے بہر طور متاثر تھے ۔[۴]کسی بھی کلام میں معنی آفرینی ،جذبات کے اظہار اور یک سوئی کے حصول میں خاموشی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ۔فنون لطیفہ میں بھی خاموشی کا اپنا مقام ہے ۔ خاموشی اشیا کی شناخت اور گہری تفہیم میں کار آمد ہے ۔ڈاکٹر اسلم انصاری کے مطابق:

"اِ ن (فنون لطیفہ) کی تشکیل میں بھی وہی پیکا ر(جدلیت) او رتوازن کی وہی جستجو کار فرما رہتی ہے جو مظاہر فطرت میں جاری و ساری ہے ۔ مصوری نورو ظلمت ،شاعری مفہوم و کلمہ اور موسیقی ،خاموشی اور آواز کے باہم دگر مزاحمت و مفاہمت اور اثر و تاثیر سے پیدا ہوتی ہے ۔جس طرح نو ر ظلمت تمام الوان کے جامع ہیں اِسی طرح کلمہ اور مفہوم تمام موضوعات و اسالیب کے ،اور خاموشی اور آواز تمام نغمات کے جامع ہیں۔دیکھا جائے تو کلمہ آواز ہے اور مفہوم خاموشی ۔ کلمہ مفہوم سے شروع ہو کر مفہوم ہی میں تبدیل ہو جاتا ہے ،یعنی خاموشی سے ابھر کر خاموشی میں ڈوب جاتا ہے۔"[۵]

غالب کے ہاں خاموشی بھی اظہارِ حقیقت کا ایک طریق ہے ۔بیدل کی شاعری میں بھی خاموشی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے ۔ان کے نزدیک کا ساز ،تمام تر خاموشی ہی میں پوشیدہ ہے ۔جس طرح عدم کے بغیر وجود ممکن نہیں ہر شے کے اطراف میں موجود ہے اِسی (Space)اِسی طرح خاموشی کے بغیر آواز یا نغمہ بھی ممکن نہیں ۔جیسے خلا طرح خاموشی نے بھی ہر آواز کو محصور کیا ہوا ہے ۔بیدل کے الفاظ میں :

؎سُرمہ انشائیِ خط ،پردہ معنی ہاست

خامشی نغمہِ اسرار سرودن بود است [۶]

یعنی خط کی سُرمہِ انشائی یا خط کا تحریر میں بدلتے جانا ،معنی کی پردہ داری ہی تو ہے کیوں کہ بھیدوں بھرا گیت گانے کے مترادف ہے ۔بیدل کے نزدیک اسرار اور خاموشی کی سرحدیں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں ۔اِسی لیے لطیف اور نازک معانی شاعر کو خاموشی کی منزل تک پہنچا دیتے ہیں ۔ غالب کے ہاں بھی کچھ یہی کیفیت نظر آتی ہے:

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے

نگاہ دل سے تر ے سُرمہ سا نکلتی ہے [۷]

(بہارِ شوخ و چمن تنگ و رنگِ گل دلچسپ نسیم باغ سے پادر حنا نکلتی ہے[۸]

خط اکثر سرمئی ہوتا ہے اور سرمہ کھا لینے سے انسان کی آواز بند ہو جاتی ہے ۔انسان جب کوئی بہت بڑا راز پالیتا ہے تب بھی وہ خاموشی اوڑھ کر نطق سے بے نیاز ہو جاتا ہے ۔

چشمِ خوباں خامشی میں بھی نوا پردار ہے

سُرمہ تو کہو ے کہ دودِ شعلہِ آواز ہے [۹]

خامشی بھی زبا ن کا درجہ رکھتی ہے ۔یہ بھی جذبات و تاثرات کا ابلاغ کرتا ہے بلکہ خاموشی کی مابعد الطبیعات یہ ہے کہ جو باتیں زبان سے نہیں ہو پاتیں وہ خاموشی میں بہ آسانی بیان ہو جاتی ہیں ۔

فکرِ سخن بہانۂ پردازخامشی

دودِ چراغ سرمۂ آواز ہے مجھے [۱۰]

دیتا ہوں کشتگاں کو سخن سے سر تپش

مضرابِ تار ہائے گلوئے بریدہ ہوں [۱۱]

غالب کی تخلیقی افتاد کا یہ مسئلہ ہے کہ وہ تخلیق کی اُن روشوں پر چلتے ہیں جہاں زمانہ نہیں جاتا۔اُس ڈگر پر زبان پھر ساتھ چھوڑ جاتی ہے ۔غالب اپنے تخلیقی استغراق و استعجاب کی اُس سطح پر ملتے ہیں جہاں زبان کے پرجلتے ہیں ،جہاں رسمی زباں معانی سے تہی اور اندر سے خالی ہوتی ہے ۔اس مقام پر غالب خاموشی کو بھی زبان کا درجہ دے کر اُسے اپنے تخلیقی تجربے میں شامل کر لیتے ہیں ۔

زباں سے عرضِ تمنائے خامشی معلوم

مگر وہ خانہ برانداز گفتگو جانے [۱۲]

گدائے طاقتِ تقریر ہے زباں تجھ سے

کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں مجھ سے [۱۳]

غالب کی فکر کی نوعیت عارف سے ملتی جلتی ہے ۔تاہم ان کا مقصد بے خودی یا فنا نہیں بلکہ وہ راہِ آگہی کے مسافر ہیں ۔ وہ صرف آگے بڑھنا اور پیچیدہ معانی کی گرہ کشائی کرنا چاہتے ہیں ۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے بہ قول:

"غالب جدلیاتی وضع سے خاموشی کے اُس محاورہ کو خلق کرتے ہیں جس کو اُن کا عہد بھو ل چکا تھا ۔غالب کی شاعری اس احساس کی گواہی دیتی ہے کہ نیرنگِ معنی کے طلسمات کے رو برو ہونے کا واحد ذریعہ زبان ہے جو عامیانہ یا معمول کو ردّ کرتی ہے ،یا جہاں بظاہر لفظ بے صدا ہو جاتا ہے ۔فر ہنگوں اور لغات میں ہزاروں مصطلحات اور الفاظ ہیں لیکن طلسمات حقیقت فقط خاموشی کی گرفت میں آتا ہے اور اسی کی کلید ہی متناقضات کی زبان یا بے زبانی کی زبان ہے۔"[۱۴]

موجودہ دور میں جہاں زبانوں کو تعصب کی بنیاد بنا کر پیش کیا جاتا ہے ،کچھ زبانوں کو مذہبی بنیادوں پر فوقیت دی جاتی اور کچھ کو کم تر گردانا جاتا ہے ،غالب نے خاموشی کو بہ طور زبان پیش کر کے ان تعصبات کی تردید کر دی اور خاموشی کو ایک ایسی زبان کے طور پر پیش کیا جو انسانوں کے درمیان نفر ت نہیں بلکہ محبت بھرا مذاکرہ پیش کرنے کی متحمل ہو سکتی ہے۔

کو ہ کے ہوں بار خاطر گر صدا ہو جائیے

بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے [۱۵]

شوخیِ اظہار غیراز و حشتِ مجنوں نہیں

لیلیٰ معنی اسد محمل نشین راز ہے

جگر سے ٹوٹے ہوئے مو کی ، ہے سناں پیدا

دہانِ زخم میں ،آخر، ہوئی زباں پیدا [۱۶]

گلزا ر تمنا ہوں گلچینِ تماشاہوں

صد نالہ اسد بلبل در بندِ زباں دانی [۱۷]

غالب کے نزدیک زبان فقط الفاظ کے معنی تضادات کا نام نہیں ۔معنی فقط تضاد باہمی Binary Opposites سے ہی وجود میں نہیں آتے بلکہ معنی ان مقر ر پیمانوں سے باہر ،خاموشی کے پردوں کے پیچھے اور آواز کی تہہ سے نیچے بھی رواں رہتے ہیں ۔غالب کی دنیا میں ''خاموشی ''الفاظ اور معانی کا سر چشمہ ہے ' ا نسانی زندگی کے حوالے سے 'سکوت ' معنی آفرینی کا 'عمل' بن جاتا ہے اور 'تامل' فکر کا درجہ اختیار کر لیتا ہے ۔[۱۸]

غالب کی جدلیاتی فکر کا بنیادی مسئلہ زبان کی نارسائی اور عدم معنی کا احساس ہے ۔وہ جب زبان کو اپنے خیالات کے ابلاغ میں ناکام دیکھتے ہیں تو اپنی شعر ی لسانی ہئیت میں تبدیلیاں لاتے ہیں ۔وہ نفی در نفی ،ردّ در ردّ اور الفاظ و معانی کے انعکاس و انعطاف کو عمل میں لاتے ہیں جس سے معنی باہمی ٹکرانے ،پلٹنے اور الجھنے کی وجہ سے التوا میں رہتے ہیں جس سے قاری کو مسلسل بدلتے ہوئے معانی کا احساس فراہم ہوتا ہے ۔غالبخاموشی کو کے طور پر برتتے ہیں جس سے ٹکڑوں میں بٹی اور پھیلی ہوئی خاموشی بھی معنی آفرینی میں (Tool) بھی آلہِ کار معاون ثابت ہوتی ہے ۔غالب کے اِس پیچیدہ شعری تجربے کے باعث ان کا متن وقت کے بندھن سے آزادی حاصل کر کے ،متحرک وقت کے ساتھ حرکت میں آجاتاہے اور معاصریت کو حاصل کر لیتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کا قاری غالب میں اپنے افکار کا عکس دیکھتا ہے ۔ روایت پسندوں نے اپنے نظریات کو کلامِ غالب میں بکھرا پایا تو جدیدیت پسندوں کو اس میں اپنے افکار کا عکس نظر آیا ۔ اب غالب کا متن مابعد جدیدعہد کے فرد کو بھی اس کے عہد کے حقائق اور مسائل کا مشاہدہ کر ا کے متحیر کر رہا ہے ۔

حوالہ جات:

۱۔ *افکار* (غالب نمبر) ،شمارہ ۴۷۱-۵۷۱،مکتبہ افکار ، کراچی ، ۱۹۶۶ ، ص ۱۹۲ آل احمد سرور ،''غالب کی عظمت '' ،مشمولہ

۲۔گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،*غالب ؛ معنی آفرینی ،جدلیاتی وضع،شونیتا اور شعریات* ،دہلی:ساہتیہ اکادمی بھارت ،۲۰۱۳ء،ص۱۸۶

۳۔غالب، *دیوان غالب کامل*، مرتبہ:کالی داس گپتا رضا، کراچی:انجمن ترقی اردو پاکستان ،۲۰۱۲ء ، ص۱۷۵

۴۔گو پی چند نارنگ ،ڈاکٹر ،*غالب ؛معنی آفرینی ،جدلیاتی وضع ،شونیتا اور شعریات* ،ص۴۶۴

۵۔اسلم انصاری ،ڈاکٹر،*غالب کا جہانِ معنی* ،ملتان :بیکن ہاؤ س ،۲۰۱۵ء،ص۸۷

۶۔ایضاَ ص۸۷

۷۔غالب، *دیوان غالب کامل*، مرتبہ : کالی داس گپتا رضا ۔ ص۱۹۹

۸۔ایضاَ ص۳

۹۔ایضاَ ص۱۶۹

۱۰۔ایضاَ ص۱۵۸

۱۱۔ایضاَ ص۲۰۷

۱۲۔ایضاَ ص۲۱۳

۱۳۔گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،*غالب ؛ معنی آفرینی ،جدلیاتی وضع،شونیتا اور شعریات* ،ص۴۶۴

۱۴۔غالب، *دیوان غالب کامل*، مرتبہ : کالی داس گپتا رضا ، ص۴۰۲

۱۵۔ایضاَ ص۲۰۳

۱۶۔ایضاًَ ص۱۷۵

۱۷۔ایضاًَ ص۲۴۸

۱۸۔اسلم انصاری ،ڈاکٹر،*غالب کا جہانِ معنی* ،ص۹۰